بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا

حقیقتِ معراج

از

شمس المفسرین استاد العلماء بحر العلوم

حضرت محمد عبد القدیر صدیقی حسرتؒ

۱۲۸۸ھ - ۱۳۸۱ھ

سابق صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

باہتمام: محمد عباس علمبردار صدیقی

حسرت اکیڈیمی پبلیکیشنز

صدیق گلشن۔ بہادر پورہ حیدرآباد ۵۰۰۲۶۴

دوسرا ایڈیشن
رجب ۱۴۱۳ھ

(حقوق طبع محفوظ)

Rs 12

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱)

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (بنی اسرائیل۔۱)

سُبْحٰنَ الَّذِیْ: وہ ذات پاک ہے۔ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا: جو اپنے بندے کو رات کے وقت لے گیا۔ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا: قابلِ احترام مسجد سے یعنی مسجدِ مکہ معظمہ سے جس میں کعبۃ اللہ شریف ہے دور کی مسجد یعنی بیت المقدس کی طرف۔ اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ: جس کے اطراف ہم نے برکت دی یعنی مسجدِ اقصا کی چاروں طرف برکت ہی برکت ہے۔ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا: تاکہ ہم اپنے بندے کو اپنی نشانیاں اور آثارِ قدرت دکھائیں۔ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تھا تو معراج کیوں ہوا۔؟ فرماتا ہے کہ ہماری قدرت کے کرشمے دکھلانے کے لئے۔ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ: بے شک وہی ہے سننے دیکھنے والا۔ معراج میں حضرتؐ نے جو کچھ سُنا اور جو کچھ دیکھا سب پرتوِ اسمائے الٰہی تھا۔ اللہ کی سماعت سے آپ نے سنا اور اللہ کی بصارت سے دیکھا۔

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو ایک رات اپنے بندے کو باحرمت مسجد سے یعنی مسجدِ کعبہ سے مسجدِ اقصا یعنی بیت المقدس کی طرف لے گیا۔ جس کے اطراف ہم نے برکت دی ہے۔ (ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے بہت سے پیغمبر اور موسیٰ علیہ السلام بھی یہیں ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام بھی وہیں پیدا ہوئے تھے)۔ بے شک وہ سننے، دیکھنے والا ہے۔ (بالذات صفات اسی کی ہیں۔ تم کیا کر رہے ہو اور کیا کہہ رہے ہو اُس سے اللہ باخبر ہے سمیع و بصیر ہے)

صاحبو! معراجِ شریف کے متعلق بہت سی قابلِ تفصیل باتیں ہیں۔ مشتے از خروارے ہم بھی لکھتے ہیں۔ کیا معراج کا ہونا ممکن ہے؟ بے شک ممکن ہے۔ جس طرح جبرئیل علیہ السلام کا اترنا حق ہے، اس عالم میں صورت شکل لے کر آنا ممکن ہے۔ حضرت رسولِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عالم سے عروج فرما کر، لوازمِ بشری کو چھوڑ کر، دربارِ رب العزت میں پہنچنا بھی حق ہے۔ بے صورت جبرئیل کا باصورت ہو جانا، باصورت آنحضرتؐ کا بے صورت ہو جانا کچھ دشوار

نہیں لائقِ انکار نہیں۔ ذرا اتنا تو سوچو کہ ہم جو اس دنیا میں ہیں مادی ظلمتوں میں گرفتار ہیں۔ کیا اس سے پہلے عالمِ مثال میں نہ تھے۔؟ کیا اس سے پہلے عالمِ ارواح میں نہ تھے۔؟ کیا اس سے پہلے ہم علمِ الٰہی میں نہ تھے؟ بے شک تھے، کیا جو زمانے اور مادہ کے زندان میں گرفتار ہیں اب عالمِ مثال میں نہیں رہے؟ یا عالمِ ارواح میں نہیں رہے؟ ہماری آنا سچ پوچھو تو مادیات اور لواحقِ مادیات دونوں سے جُدا ہے۔ ہم جس طرح اس دنیا میں معلوم ہوتے ہیں، مافوق عوالم میں بھی ہیں۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج میں تشریف لے جانا اپنے قدیم محل کی طرف رجوع کرنا ہے۔

معراجِ شریف کب ہوا؟ رسالت سے پانچویں سال۔ معراجِ شریف کہاں ہوا۔؟ آپؐ مکۂ معظمہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن اُمِ ھانیؓ کے گھر میں تھے، وہاں سے مسجدِ حرام میں آکر استراحت فرمائی۔ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ سے معلوم ہوتا ہے کہ معراجِ شریف میں رات کے وقت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ اپنے ساتھ لے گیا۔ معراج رات کو کیوں ہوا۔؟ مذہبی کاموں کا دار و مدار علم غیب پر ہے۔ بے دیکھے یقین کرنا ہی کمال ہے۔ اگر دن کو معراج ہوتا تو سب کو یقین آجاتا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ابوجہل میں مابہ الامتیاز کیا رہتا۔؟

اَسْرٰی بِمُحَمَّدٍ کیوں نہیں ہے اور بِعَبْدِہٖ کیوں ہے؟ انسان کو جتنا عروج ہوتا ہے اُس کی عبدیت کی وجہ سے ہوتا ہے جس کی جتنی عبدیت اتنا ہی اس کا مرتبہ اور اس کا عروج، بِعَبْدِہٖ میں گویا معراج کی علت اور سبب بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی کہ عَبْدُ اللہِ کامل صرف حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اَسْرٰی شب روی کو کہتے ہیں۔ پھر لَیْلًا کیوں۔؟ یہ بتانے کے لیے کہ شب بیداری میں خاص سرفرازیاں ہیں۔ بعض عاشقانِ محمدی کا خیال ہے کہ معراج اگر دن کو ہوتا اور آنکھوں کے سامنے سے جسدِ مبارک غائب ہو جاتا تو عاشقانِ دیدارِ نبوت تڑپ تڑپ کر جان دے دیتے۔ بِعَبْدِہٖ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معراجِ مبارک جسمانی ہوا، کیونکہ جہاں جہاں عَبْد کا لفظ آتا ہے وہاں وہاں جان و تن کا مجموعہ مراد ہوتا ہے نہ کہ صرف جان و روح۔ کیا معراجِ مبارک جسمانی ہوا یا روحانی؟ جسمانی بھی ہوا اور روحانی بھی۔ جب تک عالمِ اجساد میں تھے جسمانی معراج تھا۔ جب آپؐ نے عالمِ علوی کی طرف توجہ فرمائی آپ کا جسمِ مبارک اُسی کے لائق ہو گیا اور معراج روحانی ہوا۔ ہم نے ابھی بیان کیا ہے کہ بصورت غیر مادی جبرئیل علیہ السلام کا مادی صورت میں آنا اور آنحضرتؐ کا مادہ کو چھوڑ کر غیر مادی ہو جانا کچھ زیادہ مشکل

نہیں۔ روحانی معراج تو ہمیشہ ہی ہوا کرتا تھا۔ روحانی معراج تو غلامانِ محمدؐ کو بھی ہوتا ہے۔ جن پر عالمِ مثال منکشف ہو گیا ہے وہ کیا نہیں دیکھتے؟ وا زمانِ حضرتِ رسالت والنبوت کو معراجِ جسمانی نہ سہی نعلینِ نبوی کے صدقہ سے معراج روحانی ہو جاتا ہے۔

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسجدِ کعبہ مسجد بیت المقدس سے زیادہ با احترام ہے۔ ایک نماز مسجدِ کعبہ میں پڑھی جائے تو اس کا مسجدِ اقصا سے زیادہ اجر ملتا ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ (آل عمران-۹۶) سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلا معبدِ الٰہی کعبۃ اللہ شریف اور اس کی مسجد ہی ہے۔ عام لوگ سمجھتے ہیں کہ کعبۃ اللہ شریف کو ابراہیم علیہ السلام نے بنایا۔ اَوَّلَ بَيْتٍ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلی عبادت گاہ کعبہ ہے جہاں عرفات میں آدم و حوا علیہما السلام ملے ہیں، جہاں اُمّنا حوّاؑ کی قبر مبارک ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ پاک وہیں کی مٹی کا ہے، اسی خاکِ پاک کا ہے۔ پہلے مسجدِ اقصا کی طرف معراج میں آنحضرتؐ کیوں پہونچے؟ وہاں تمام پیغمبر تھے۔ اُن سے ملاقات بھی ضروری تھی، اُن کے کمالات پر سے گزرنا بھی ضروری تھا۔ مسجدِ اقصا کی برکتوں سے بھی مالا مال ہونے کی حاجت تھی۔ پھر اس کے بعد کمالاتِ محمدیؐ کی سیر ہے۔ قدرتِ خداوندی کے کرشمے ہیں اور آثار و اسرار کے مطالعہ سے سرفراز ہوتا ہے۔ معراجِ شریف کے متعلق گونہ تفصیل سورۃ وَالنَّجْمِ میں ہے۔

(ماخوذ از تفسیر صدیقی۔ پارہ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل)

(۲)

زمین پر پتھر کا ایک گولہ پڑا ہوا ہے۔ ایک شخص آتا ہے اور اس کو اٹھا لیتا ہے اس کے پاس ہی دوسرا گولہ اور پڑا ہوا ہے جو پہلے گولے سے وزن میں دوگنا ہے۔ اس کو اٹھانے کے لیے زور لگاتا ہے۔ بے چارہ زور لگاتا لگاتا تھک گیا، گولہ نہ اٹھا پر نہ اٹھا۔ دوسرا آدمی آتا ہے اور اس آدمی کے عجز کو دیکھ کر ہنستا ہے۔ گولے کے نیچے لوہے کے ایک مخل کے سرے کو لگاتا ہے تھوڑے فاصلے پر ٹکین دے کر مخل کے دوسرے کنارے پر زور لگاتا اور اپنا وزن ڈالتا ہے پتھر بڑی سہولت سے اٹھ جاتا ہے۔ ایک مسمریزم والا آتا ہے اور صرف اپنی نظر اس پر ڈالتا ہے اور وہی گولہ زمین سے معلق کھڑا ہو جاتا ہے۔ ذرا غور کرو، پہلا شخص گو وہ انسان ہی ہے مگر

وہ اپنے آپ کو حیوان سمجھتا ہے۔ اپنی قوتِ عقل سے واقف نہیں اس لئے اس سے کام نہیں لیتا۔ دوسرا اپنے آپ کو عاقل انسان سمجھتا ہے اس لئے اُس نے اپنی عقل سے کام لے کر اس پتھر کو اٹھا لیا جس کو اپنے آپ کو حیوان سمجھنے والا آدمی اٹھا نہ سکا۔ تیسرا شخص اپنے میں روحانی قوت پاتا ہے، اور اس سے کام لیتا بھی ہے مگر بہت ادنیٰ درجہ کی روحانی قوت۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: کوئی ہے جو بلقیس کے تخت کو اس کے یہاں پہنچنے سے پہلے لالے۔ عفریت نے جو قوم جن سے تھا کہا کہ میں اس تخت کو آپ اپنے مقام سے اُٹھنے سے پہلے لے آتا ہوں۔ آصف بن برخیا وزیر حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ میں چشم زدن میں بلقیس کا تخت حاضر کرتا ہوں۔ دیکھو آصف بن برخیا نے خود کو کچھ سمجھا تو اپنی قوت کو اجنّہ کی قوت سے بہت زیادہ پایا، طرفۃ العین میں تخت بلقیس کو سینکڑوں کوس سے اٹھا لایا۔ نہ دیوار مانع ہوئی نہ در۔ افسوس ہم نے کبھی کوشش نہیں کی کہ سمجھیں کہ ہم کون ہیں؟ ہماری قوتیں کیا کیا ہیں اور کس پیمانہ پر ہم اپنے آپ کو گوشت اور ہڈیوں کا مجموعہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہم سے اتنے ہی آثار و افعال نمایاں ہوتے ہیں۔ اپنا پتہ جتنا زیادہ لگاتے، اتنے ہی ہم زیادہ کام کے ہوتے ہوتے۔

اس سے بڑھ کر ہو کیا جہالت ۔ اب تک نہ کھلا کہ کون تو ہے (حسرتؔ صدیقی)

آؤ ذرا اپنے پر پھر ایک سرسری نظر ڈالیں۔ آدمی اپنے پر غور کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا وزن ہے، وہ جگہ گھیرتا ہے، کاٹو تو کٹتا ہے، یہ تو تمام مادے کے خواص ہیں۔ ان میں لکڑی پتھر بھی تو شریک ہیں۔ طول، عرض، عمق میں طبعی طور پر بڑھتا ہے یعنی نامی ہے۔ کیا درخت اس طرح نہیں بڑھتے؟ چلتا پھرتا ہے حس رکھتا ہے۔ بیل، گائے بھی تو چلتے پھرتے حس و حرکت کرتے ہیں۔ آدمی عقل رکھتا سوچتا سمجھتا ہے۔ عقل و ادراک کیا مادے کی صفت ہے۔

مادے کا خاصہ تو استمرار ہے۔ ساکن ہے تو ہمیشہ ساکن جب تک کوئی حرکت نہ دے۔ متحرک ہے تو دائماً متحرک جب تک کوئی ساکن نہ کرے۔ پھر یہ بالارادہ حرکت و سکون کیسا، عالمِ مادی کا تو یہ خاصہ نہیں۔ لہٰذا ہمارا اپنے آپ کو مادی سمجھنا چاند پر خاک ڈالنا ہے۔ ع

تنم غبارِ رُخِ جانِ باصفائے من است (حسرتؔ صدیقی)

ہے خاک میں ملایا اس پستیٔ نظر نے ۔ اے شاہ بازِ معنی سدرہ مقام تیرا (رر)
گر آپ کو بھلا دے نام و نشاں مٹا دے ۔ سرنامۂ کتابِ ہستی ہو نام تیرا

آؤ ہم اپنے آپ پر ایک اور تحقیقی نظر ڈالیں۔ جب ہم تولد ہوئے تھے تو ہاتھ بھر سے بھی چھوٹے تھے، چند پونڈ وزن تھا۔ پھر بڑھتے بڑھتے عنفوانِ شباب کو پہونچے، پھر پورے جوان ہو گئے، پھر جوانی ڈھلنے لگی۔ میں تو ادھیڑ ہو گیا بلکہ بڑھاپے کی وادی میں قدم رکھ چکا ہوں۔ اس عرصۂ مدّت میں کیا کیا طور بدلے، کیسے کیسے رنگ بدلے، وزن کچھ کا کچھ ہو گیا۔ جسم کا مردہ حصہ کاربانک ایسڈ گیس بن کر تنفس سے نکلتا گیا، اور غذا نے تلافی مافات اور بدل ما یتحلل کیا اب ابتداء سے تولد کے زمانے کے کچھ ذرّے رہ گئے ہوں تو ممکن ہے۔ مگر مشہور تو یہ ہے کہ سات یا بارہ سال میں جسم بالکل نیا ہو جاتا ہے۔ خیر کچھ ہی ہو۔ لیکن میں تو وہی عبدالقدیر صدیقی ہوں خواہ جسم پہلا رہے یا نہ رہے۔ بچّہ تھا یا جوان، ادھیڑ ہوں یا بوڑھا، میری انانیت میں کوئی فرق نہیں۔ سب صورتیں، اطوار، احوال میرے ہی ہیں مگر الحق میں تو ان سب صورتوں سے پاک ہوں میری انانیت کو کوئی صورت یا حالت لازم ہوتی تو پھر کوئی اور حالت بدل ہی نہیں سکتی۔ مگر واقعہ اس کی تصدیق نہیں کرتا؎

سائنس و فلاسفی سے ہے کیا حاصل ✣ کیا ہے لاجک و ہسٹری کا حاصل
جب اپنی حقیقت کو نہ سمجھا تم نے ✣ جو کچھ کہ لکھا پڑھا وہ سب لا حاصل

آؤ ایک اور ذرا تدقیقی نظر ڈالیں۔ ہم کوس دو کوس کے فاصلے پر جاتے ہیں تو وقت درکار ہوتا ہے۔ سنتے ہیں تو ہوا کے تموّج کی ضرورت ہوتی ہے۔ دیکھتے ہیں تو آفتاب یا ستاروں یا چراغ کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی نہ کسی جہت میں ہماری نظر پڑتی ہے جب ہم چراغ بجھا کر حجرے میں آنکھ بند کر کے سو جاتے ہیں تو ایک اور ہی عالم ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ ہم مکہ معظمہ، مدینہ منوّرہ میں یا لندن و پیرس میں پہنچتے ہیں، بزرگوں سے ملتے ہیں، یا اپنے دوست آشنا سے ملاقات کرتے ہیں، بلکہ بعض دفعہ تو ہم کو قبل از وقوع بہت سے واقعات معلوم ہو جاتے ہیں۔ دیکھو اس دیکھنے کے لئے نہ ضیائے شمس کی ضرورت ہے نہ سننے کے لئے تموّج ہوا کی، نہ چلنے کے لئے جسم کی حرکت کی۔ اِن اجسامِ مثالی کا نہ وزن ہے نہ وہ متحیّز اور جگہ گھیرتے ہیں۔ آنکھیں بند ہونا ہی تھا کہ سینکڑوں کوس پر پہنچ گئے۔ نہ وہاں مدّت درکار ہے نہ دُنیوی زمانے کی وہاں گنجائش ہے۔ وہاں نہ بُعدِ مکانی ہے نہ زمانی۔ خواب مختلف قسم کے پڑتے ہیں، بعض تعبیر طلب ہوتے ہیں، بعض رویائے صادقہ، بعض اضغاث

اضغاث احلام یعنی واہی تباہی خواب ہوتے ہیں۔ خواب کی خوبی و زشتی، صحت و صدق کا معیار اپنی توجہ پر موقوف ہے۔ آدمی کا خیال اسفل کی طرف مائل ہوتا ہے تو اسفل ہی کا خواب پڑے گا، اعلیٰ کی طرف تو خواب میں اعلیٰ چیز ہی نظر آئے گی، جو من میں بسے وہ سپنے میں دسے۔ نفس میں کسی شئے کا میلان یا کراہت ہوگی تو اپنی طرف سے وہ حسبِ مرضی کمی زیادتی کر دے گا اور وہ خواب صدق سے دور ہو جائے گا۔ اگر نفس ساکن ہوگا کسی قسم کی حرکت نہ کرے گا تو خواب کفلقِ الصبح ہوگا۔ چونکہ پیغمبر معصوم ہوتا ہے اور اس کا نفسِ مطمئنہ رہتا ہے لہٰذا اس کا خواب بھی وحی کا حکم رکھتا ہے جس طرح انسان کا ایک شخصی خیال رہتا ہے جس میں نفسِ ناطقہ داخلی خارجی اشیاء، جوہر و عرض سب کو مصور بنا کر مطالعہ کرتا ہے اسی طرح انسانِ کبیر یعنے تمام عالم کا ایک خیال ہے جس کو عالمِ مثال کہتے ہیں۔ اس میں تمام اشیاء نمودار ہوتی ہیں۔ انسانِ صغیر کا خیال خیالِ متصل اور انسانِ کبیر کا خیال یعنے عالمِ مثال، خیالِ منفصل کہلاتا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ ظاہر میں اعراض و معانی کی کوئی صورت نہیں مگر جب یہ بے صورت معانی خیال میں آتے ہیں تو کوئی نہ کوئی مناسب صورت لے لیتے ہیں۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ دودھ نوش جان فرما رہے ہیں اور اس کا بقیہ حصہ آپؐ نے حضرتِ عمرؓ کو دیا۔ اس کی تعبیر آپ نے یہ دی کہ وہ علمِ لدنی ہے جس میں سے کچھ حصہ آپؐ نے فاروقِ اعظمؓ کو دیا۔ ظاہر ہے کہ علم غیر محسوس شئے اور معانی میں سے ایک معنی ہے جس کی کوئی صورت نہیں۔ مگر جب وہ عالمِ خیال میں آیا تو آخر دودھ کی صورت لے ہی لی۔ مگر کیا اس سے علم کے حقیقتاً بے صورت ہونے میں کچھ فرق آسکتا ہے؟ نہیں، بڑا ہی بے معنیٰ ہے وہ شخص جو صورت سے معنیٰ کی طرف نہیں جاتا، یا معنے کو صورت میں مقید کر دیتا ہے۔ دیکھو! جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مجہولِ مطلق پر کسی قسم کا حکم نہیں لگا سکتے یعنے جس کو ہم کچھ بھی نہیں جانتے اُس پر کسی قسم کا حکم نہیں لگا سکتے۔ ذرا خوب غور کرو کہ لفظِ مجہولِ مطلق کو جو ایک معلوم موجود فی العقل لفظ و مفہوم ہے، ایسے نامعلوم کے لیے عنوان بناتے اور اس کے ذریعہ ایسی ذات پر حکم لگاتے ہیں جو عقل میں موجود نہیں۔ بہر حال عالمِ مثال و تشبیہ میں کسی شئے کا صورت لینا حقیقتاً بے صورت ہونے پر کوئی اثر نہیں ڈالتا۔ یہ دنیا جس کو تم حقیقی و واقعی شئے سمجھ رہے ہو۔ یہ بھی ایک خواب ہے۔ اَلنَّاسُ نِیَامٌ اِذَا مَاتُوْا اِنْتَبَهُوْا لوگ سو رہے ہیں

جب مریں گے تو متنبہ ہوں گے؛ اس وقت جاگنے میں سو رہے ہیں مَر گئے تو آنکھیں کھلیں گی اور اس خواب کی تعبیر دیکھو گے کہ کیا ہوگی۔ یہ دنیا بھی کسی اگلے خواب کی تعبیر ہے۔ عقل پاک ہوتی تو کسی گذشتہ خواب کی طرف رجوع کرتے ؎

کیسی پیاری شکلیں دکھلاتا ہے نقاشِ خیال
لوحش اللہ ہو گئے ہیں رُوکشِ بُت خانہ ہم
(حسرت صدیقی)

یہ خواب در خواب ہے۔ بیرونی خواب اندرونی خواب کی تعبیر ہے۔

سوفسطائی کہ از خرد بے خبراست — گو بد عالم خیالے اندر گزر است
آرے عالم خیالے اندر گزراست — پیوستہ دروے حقیقتے جلوہ گراست

اب میں اصل مقصود معراج مبارک کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

معراجِ نبوی کے متعلق ابوجہل اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی حالت یہ آیت بتلاتی ہے: وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ۝ (الیل-۲/۱)

ابوجہل کو کبھی تصدیق نہ ہوئی اور ابوبکر صدیق رضؓ کو کبھی شک و شبہ نہ ہوا۔ معراج شریف کے بعد ابوجہل، جناب صدیق اکبرؓ کی خدمت میں گیا اور کہنے لگا کہ اب تو تمھارے پیغمبر بیت المقدس کو جانے اور عرش اعظم پر اپنے کو معراج ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کیا اب بھی تم ان کی تصدیق کرو گے۔ جناب صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ مجھے تصدیق میں کیوں تردد ہونے لگا جبکہ میں یقین رکھتا ہوں کہ روزانہ جبرئیلِ امین خدمتِ حبیبِ خدا میں حاضر ہوتے اور وحی خداوندی پہنچاتے ہیں۔ اس ایک قلیل و دل جواب پر غور کرو تو معراج شریف کے متعلق کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے گا۔ یہ لطیف جواب ہی تو تھا جس نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو حبیبِ خدا سے صدیق اکبر کا خطاب دلوایا۔ حضرتؐ کو معراج جسمانی ہو سکتا ہے۔ جبرئیلؑ کا جو روح ہیں دِحیہ کلبی کی شکل میں عالمِ ناسوت میں آنا، کیا اس سے زیادہ عجیب نہیں ہے کہ حضرتؐ جو روح الارواح ہیں پھر عالمِ ارواح میں پہنچ جائیں۔ کیا پروردگار عالم کا دیدار عرش اعظم پر حضرتؐ کو ہوا۔؟ جبرئیل جب ناسوتی شکل نہ رکھتے تھے اور اس عالم ناسوت میں تمام صحابہ کو نظر آگئے اور ان کے روح ہونے میں کچھ فرق نہ آیا تو کیا خدائے تعالیٰ کی تجلی عرشِ اعظم پر حضرتؐ کے سامنے ہو تو اس کی بے رنگی میں کچھ فرق پیدا بھی کر سکتی ہے۔؟

حضرتؐ اس سرعت سے بیت المقدس اور عرش بریں کو کیونکر پہنچے؟ جبرئیل اس سرعت سے عالمِ ارواح سے عالمِ ناسوت کو کیونکر روانہ آیا کرتے تھے۔ خدائے تعالیٰ بے جہت ہے، دیکھنے کے لئے جہت کی ضرورت ہے اور وہ اس سے پاک ہے۔ جبرئیل بھی تو ناسوت کے اعتبار سے بے جہت تھے وہ اس عالم میں آئے تو جہت اُن کو بھی لاحق ہو گئی۔ اگر حضرتؐ عالمِ ملکوت میں پہنچ کر اس اقتضاء کے موافق بے جہت ہو جائیں اور خدائے تعالیٰ کا بے جہت دیدار ہو تو کیا دشوار ہے۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام جب تک عالمِ ناسوت میں تھے، کھاتے پیتے، جاگتے سوتے تھے۔ ان کو دوسرے بشری عوارض لاحق ہوتے تھے۔ اب سماءِ ثانیہ (دوسرے آسمان) میں ہیں تو یہ عوارض بھی اُن سے زائل ہو گئے۔ ہر عالم کا ایک اقتضاء ہوتا ہے جس کے مطابق عوارض و لواحق متعلق ہوتے ہیں جب وہ عالم ہی نہ رہا تو اس کے عوارض بھی نہ رہے۔ مادّی حالت پر غیر مادّی کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

اب میں آیتِ کریمہ کے لطائف بیان کرتا ہوں۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کو لے گیا۔

خدائے تعالیٰ نے ابتداء ہی میں "پاک" ہے اس لئے فرمایا کہ ناواقفِ دیدارِ معراج کو خدائے تعالیٰ کی تنزیہ و بے چونی کے خلاف نہ سمجھے۔ معراج شریف کے رات کو ہونے سے یہ فائدہ ہے کہ ایمان بالغیب ہی تصدیق کا معیار ہے۔ پروانہ ہائے نبوت کو پریشانی نہ ہو۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھو کہ ھُوَ الظَّاھِرُ کا جلوہ دن سے اور ھُوَ الْبَاطِنُ کا رات سے مناسبت رکھتا ہے۔ اسی لئے اشغالِ باطنہ رات کو زیادہ مفید ہوتے ہیں۔ بِعَبْدِہٖ میں کی جامعیت پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی حضرتؐ کو اللہ تعالیٰ کی معیت پہلے ہی سے تھی یہ نہیں کہ معراج سے پہلے کچھ بُعد تھا اور معراج میں عرش ہی پر قرب ہوا۔ نہ گذشتہ معیت سے خدائے تعالیٰ کی تنزیہ پر کوئی اثر پڑتا تھا نہ عرش کے قرب سے اُس کی بے چونی میں کوئی تغیر لازم آتا ہے۔ عَبْد کا لفظ اس لئے بیان فرمایا کہ سب سے افضل صفت عبدیت ہی ہے۔ خدائے تعالیٰ نے تمام عالم کو اظہارِ عبودیت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ کیونکہ عبد ہی پر رب کے صفات نمایاں ہوتے ہیں۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ (والذاریات۔ ۵۶) نیز رسالت میں خدا کے ساتھ اُمت کا بھی لحاظ ضرور ہوتا ہے۔ عبدیت میں صرف رب سے نسبت ہوتی ہے۔

نیز معراج شریف میں کوئی تبلیغی کام بھی متعلق نہ تھا۔ محبوبیت بھی ایک وصفِ خاص ہی میں نمایاں ہوتی ہے۔ عبدیت ہی ہے جو ہر رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ عبد اپنے کمالِ احتیاج الی الرّب کی وجہ سے روح، مثال، جسمِ ناسوتی پر صادق آتا ہے، جو معراجِ جسمانی پر دال ہے۔ بِعَبْدِہٖ میں اپنی ذاتِ پاک کی طرف نسبت کی ہے جو حضرتؐ کے عَبْدُ اللّٰہ ہونے پر دال ہے نیز بِعَبْدِہٖ میں اظہارِ علّیت اسرا ہے۔ یعنی کمالِ عبدیت کی وجہ سے حضرتؐ کو معراج جسمانی سے سرفرازی ہوئی اور آپ جسمِ ناسوتی تک جس طرح روح سے نزول فرماتے آئے، اسی طرح پھر ناسوت سے عروج کرتے کرتے روح کو پہونچ گئے اور وہاں قوسِ اعلائے دائرۂ وجود یعنی الوہیت اور قوسِ اسفل دائرۂ وجود یعنی عبودیت دونوں ایک دوسرے سے مل گئے۔

عبدیت سے اس امر کی طرف اشارہ بھی ہے کہ غلامانِ دربارِ نبوت اگر اپنے آقا کی، بندگی میں اتباع کریں گے تو اُنھیں اُن کے لائق معراج یعنے روحانی وکشفی ترقی اور اُعْبُدِ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ (اللہ کی عبادت کرو گویا کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو) سے سرفراز اور ممتاز ہوں گے۔

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ۔

مسجدِ حرام یعنی مسجدِ کعبۂ معظمہ سے مسجدِ بیت المقدس کی طرف لے گیا جس کے اطراف ہم نے برکت دی ہے۔ حضرتؐ کو خدائے تعالیٰ نے پہلے کمالاتِ ابراہیمی کی تفصیلی سیر سے مشرف کیا۔ اس لئے آپ مسجدِ کعبۂ معظمہ میں تھے۔ پھر کمالاتِ دیگر انبیاء اولوالعزم کی سیر سے ممتاز فرمایا۔ اس لئے آپ المقدس کی طرف لے گیا۔ جہاں ان حضرات کے قبور متبرکہ ہیں پھر کمالاتِ ذاتِ محمدی کی سیر کرائی اور فوقِ عرشِ اعظم تک عروج ہوا۔ اس تقریر سے غالباً سرِّ تبدیلِ قبلہ منکشف ہو گیا ہو گا کہ پہلے کعبۂ معظمہ قبلہ بنا پھر بیت المقدس پھر کعبۂ معظمہ مگر نوبتِ ثانیہ میں کعبۂ ابراہیمی کعبۂ محمدی ہو گیا تھا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی عَبْدِہٖ وَحَبِیْبِہٖ وَنَبِیِّہٖ وَمُصْطَفَاہُ۔ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا۔ تاکہ ہم اپنے بندے کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ہزار تجلیات دکھائے جائیں مگر ذاتِ قدسی سماتِ خداوندی حیطِ ادراکِ بشری سے پاک ہی رہتی ہے اس کی تنزیہ ذات پر کوئی داغ نہیں لگا۔

وہ اس وقت بھی ہے

اے برتر از قیاس و خیال و گمان و وہم | وز ہر چہ دیدہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر | ماہم چناں در اوّلِ وصفِ تو ماندہ ایم

(سعدیؒ)

وہ اب بھی لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (انعام - ۱۰۴) ہے۔ وہ اب بھی اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ (شوریٰ ۵۴) ہے۔ وہ اَلْاٰنَ كَمَا كَانَ ہے۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ اگر ضمیر اللہ جل جلالہٗ کی طرف رجوع کرے تو معنی یہ ہوں گے کہ چونکہ بندہ کی کیا مجال کہ آقا سے کسی امر میں دعوئے شرکت کر سکے۔ موجود ہمیشہ موجود رہے گا اور معدوم ہمیشہ معدوم۔ اس لئے نیستِ ہست نما میں جو کچھ ہے ہستی حقیقی کا ہے۔ بندے میں جو کچھ صفات ہیں وہ سب پروردگار کے ہیں۔ لہٰذا بالحقیقۃ وہی سننے والا، وہی دیکھنے والا ہے۔ یا یہ معنی ہیں کہ جب تک فنائیت نہ ہو دیدارِ حق سے کوئی مشرف نہیں ہو سکتا۔ خدا ہی اپنے آپ کو دیکھتا ہے نہ کہ کوئی اور۔ اگر ضمیر حضرتؐ کی طرف راجع ہو تو یہ معنی ہوں گے۔ چونکہ ہر شخص اپنی نسبت کو جو حق تعالیٰ سے ہے دیکھتا اور سنتا ہے اور اپنی حقیقت وعین سے کبھی باہر نہیں نکل سکتا اور تمام نسبتوں کا مرکز و منبع نسبتِ محمدی ہے اور تمام حقائق و اعیان کا مرجع حقیقت وعینِ محمدی ہے۔ لہٰذا حضرتؐ ہی اپنی نسبت وحقیقت کو دیکھتے اور سنتے ہیں۔

تو اے نورِ خدا بے شک نقابِ روئے وحدت ہے ٭ نہ اٹھا ہے نہ اٹھے گا کبھی یہ بیچ سے پردہ
اگر یہ آنکھ پہ عینک نہ ہو پھر نور ظلمت ہے ٭ میں یہ عینک لگا کر جس کو چاہوں دیکھ لیتا ہوں

(حضرت صدیقیؒ)

(۳)

معراجِ سیدِ کائناتؐ کے متعلق چند امور قابلِ تنقیح خیال کئے گئے ہیں:۔

۱۔ کیا معراج مبارک جسمی ہوا یا مثالی وکشفی یا منامی یعنے خواب میں؟

۲۔ معراجِ مبارک کہاں تک ہوا؟ کیا بیت المقدس تک، یا عرش اعظم تک؟

۳۔ کیا سید المرسلینؐ کو رویت سے سرفرازی ہوئی یا نہیں؟

ہم تیسرے امر تنقیح طلب سے پہلے بحث کریں گے، کیونکہ ہماری نظر میں یہ امر اور امور سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اس مسئلہ میں سب سے بڑا استدلال جو کیا جاتا ہے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔

عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا:

يَا اُمَّتَاهُ هَلْ رَاٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ فَقَالَتْ لَقَدْ قَفَّ شَعْرِىْ مِمَّا قُلْتَ اَيْنَ اَنْتَ مِنْ ثَلٰثٍ مَنْ حَدَّثَهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَاَتْ:

"لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ"

وَمَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهٗ يَعْلَمُ مَا فِىْ غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَاَتْ:

"وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا"

وَمَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهٗ كَتَمَ شَيْئًا مِّنَ الْوَحْىِ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَاَتْ:

"يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ" الآية

وَلٰكِنَّهٗ رَاٰى جِبْرِيْلَ فِىْ صُوْرَتِهٖ مَرَّتَيْنِ۔

(اخرجه الشيخان والترمذی)

(ترجمہ) مسروق سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: اماں جان! کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ اُم المومنین نے فرمایا، تم نے جو کچھ کہا اس سے تو میرے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ان تین باتوں سے تم کہاں ہو (یعنے کیا تم کو ان کا علم نہیں؟) جس نے اُن کو بیان کیا اُس نے جھوٹ کہا۔ جس نے تم سے بیان کیا کہ محمدؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ کہا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "ابصار اس کو ادراک نہیں کرتے وہ ابصار کو ادراک کرتا ہے" اور جس نے تم سے یہ بیان کیا کہ حضرتؐ جانتے تھے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ اُس نے جھوٹ کہا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کیا کمائے گا" اور جس نے تم سے بیان کیا کہ حضرتؐ نے کوئی وحی چھپا رکھی۔ اس نے جھوٹ کہا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "اے رسول جو تم پر نازل ہوا ہے تم اس کو پہونچا دو" الآیۃ۔ مگر حضرتؐ نے جبرئیل کو اُن کی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ اس حدیث کو بخاری مسلم اور ترمذی نے روایت کیا۔

اس حدیث پر غور کرو جناب عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوئی حدیث روایت نہیں کرتی ہیں بلکہ آیت کی تفسیر فرماتی ہیں اور اسی سے استدلال کرتی ہیں۔ لہذا ہم کو چاہیئے کہ اسی آیت پر غور کریں یہ آیت معراج شریف ہی سے متعلق نہیں بلکہ مطلقاً ادراک سے متعلق ہے۔ اولاً اس آیت سے جو شئے

نفی کی گئی ہے وہ ادراکِ کنہ ذات و تجلّی تنزیہی ہے۔ اس آیت میں رویتِ تجلیات کی نفی نہیں ہے۔ ثانیاً ادراک احاطہ کو چاہتا ہے اور رویت احاطہ کو نہیں چاہتی۔ ثالثاً الابصار کے لام میں حضرتؐ بھی شریک ہیں یا نہیں۔ اگر لام استغراق کا نہ ہو اور جنس کا ہو تو بعض افراد پر صادق آنا کافی ہے۔ رابعاً الابصار سے مراد ابصارِ اہلِ دنیا ہیں اور جب حضرتؐ عالمِ بالا میں منتقل ہو گئے تو جو حکم اس عالم کا تھا وہ بھی باقی نہ رہا۔ مثلاً جب عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تھے تو کھانا پینا سونا اور اس عالم کے دیگر لواحق آپ کو بھی لاحق ہوتے تھے۔ اب کہ آپ عالمِ علوی میں منتقل ہو گئے ہیں تو لوازم بھی باقی نہ رہے۔ یا مثلاً جبرئیل علیہ السلام غیر مرئی و لطیف تھے، جب اس عالمِ کثیف میں آتے تھے تو اس عالم کے لوازم ان کو بھی لاحق ہو جاتے تھے۔ مثلاً اعرابی کی یا دحیہ کلبی کی صورتؐ لباس وغیرہ۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب جن عالمِ شہادت میں سانپ کی شکل لیتا ہے تو اس میں زہر بھی آجاتا ہے وہ لکڑی کی ضرب سے مر بھی جاتا ہے۔ پس جب حضرت سید الاولین و الآخرینؐ عالمِ علوی میں منتقل ہو گئے تو آپؐ کے ابصار سے ابصارِ عالمِ شہادت کے احکام یعنے جہت، تحیز و احتیاجِ نورِ شمس وغیرہ بھی باقی نہ رہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (قیامہ - ۲۲، ۲۳) "بعض چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔" اور

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ (التطفیف - ۱۵) "ہرگز نہیں (جیسا کہ وہ خیال کرتے ہیں) وہ تو اپنے رب سے اس دن محجوب رہیں گے۔"

سے دیدارِ الٰہی ثابت ہوتا ہے۔ پس ان دونوں آیتوں میں تطبیق اسی طرح ہو سکتی ہے کہ کنہِ ذات و مرتبۂ احدیت و تجلّیِ ذاتی ادراکِ بصر سے خارج ہے۔ ہاں تجلّی صفاتی و تجلّی مثالی و تشبیہی ہو سکتی ہے۔ ہماری اس تطبیق کی تائید جناب ابنِ عباسؓ کے قول سے ہوتی ہے:۔

وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيْ قَالَ رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ قَالَ عِكْرَمَةُ قُلْتُ اَلَيْسَ اللّٰهُ يَقُوْلُ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ قَالَ وَيْحَكَ ذَاكَ اِذَا تَجَلّٰى بِنُوْرِهِ الَّذِيْ هُوَ نُوْرُهٗ وَقَدْ رَاٰى رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ ۝ (مشکوٰۃ)

ترمذی کی روایت میں ہے کہ ابنِ عباسؓ نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ عکرمہ نے کہا میں نے عرض کیا۔ کیا خدائے تعالیٰ نہیں فرماتا لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَا

تو عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا۔ اے ہے یہ تو جب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اُس نور سے تجلّی فرمائے جو اُس (ذات) کا نُور ہے۔ حضرتؐ نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔

ہماری اس تطبیق سے کتنی کش مکش رفع ہو جاتی ہے کہ جتنی آیتیں یا احادیث نفیِ رویت کی ہیں وہ سب شانِ احدیت و تجلّیِ ذاتی و کنہِ حقیقتِ حقہ سے متعلق ہیں' اور جتنی آیتیں یا حدیثیں ثبوتِ رویت کی ہیں وہ سب مثال اور تجلّیِ صفاتی اور اپنی اپنی نسبت کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو بہت سی صحیح حدیثوں سے انکار کرنا پڑتا ہے۔ اور چونکہ کل قیامت کے دن علم ایمان ہی مشہود ہو جاتا ہے اس لیے اگر دنیا میں دیدار کا یقین و ایمان نہ تھا تو پھر بڑی مشکل ہے۔ صحابہ کے اختلاف پر نہ جاؤ کیونکہ ہر ایک کا مطمحِ نظر مَیں نے بیان کر دیا ہے۔ اب وہ صحیح احادیث بیان کرتا ہوں جن سے ثبوتِ رویت ہوتا ہے۔

عَنْ جَرِیْرٍ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ نَظَرَ اِلَی الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ قَالَ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ ھٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِیْ رُؤْیَتِہٖ۔ (حدیث البُخاری۔ مشکوٰۃ)۔

جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہُ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ آپ کی نظر چودھویں رات کے چاند پر پڑی تو آپ نے فرمایا کہ تم تمہارے رب کو ایسا دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھتے ہو کہ اس کے دیکھنے میں تم کو کچھ التباس اور شک نہیں۔ (بخاری۔ مشکوٰۃ)

عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ عِیَانًا۔ (رواہ البُخاری والمسلم مشکوٰۃ)

جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہُ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب میں تم تمھارے رب کو کھلم کھلا دیکھو گے۔

اس حدیث میں تو قیامت کی بھی شرط نہیں ہے بلکہ اس میں غالباً حضرتؐ کے خواص اصحابؓ مخاطب ہیں جو کشف اور وجدان سے سرفراز اور ممتاز تھے۔

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَا اَھْلُ الْجَنَّۃِ فِیْ نَعِیْمِھِمْ

إِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُورٌ فَرَفَعُوا رُؤُسَهُمْ فَإِذَا الرَّبُّ قَدْ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ قَالَ وَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ. قَالَ فَيَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ فَلَا يَلْتَفِتُونَ إِلٰى شَيْءٍ مِنَ النَّعِيمِ مَادَامُوا يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ حَتّٰى يَحْتَجِبَ عَنْهُمْ وَيَبْقٰى نُورُهُ۔ (رواہ ابن ماجۃ۔ مشکوٰۃ)

جابر سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جنتی اپنی نعمتوں میں ہوں گے کہ یکایک اُن کے اوپر ایک نور چمکے گا وہ اپنا سر اُٹھائیں گے تو کیا دیکھتے ہیں کہ شانِ ربّ کی تجلّی ان پر سے جلوہ گر ہے۔ ربّ نے فرمایا: السّلام علیکم اے جنّت والو! حضرتؐ نے فرمایا یہ تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کے قول کی سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ۔ حضرتؐ نے فرمایا: ربّ نے ان کو دیکھا وہ ربّ کو دیکھتے ہیں۔ کسی نعمت پر پلٹ کر بھی نہیں دیکھتے۔ جب تک اپنے ربّ کو دیکھتے ہوں گے جب تک کہ وہ پردہ نہ کرلے اور اس کا اثر نور ان پر باقی رہ جائے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ فَقُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّي وَسَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَدْرِي فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰى قُلْتُ لَا فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔ (حدیث الترمذی۔ مشکوٰۃ)۔

ابن عباس سے روایت ہے، کہا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا ربّ میرے پاس (عالمِ مثال میں) اچھی صورت میں آیا۔ پھر فرمایا اے محمدؐ! میں نے عرض کیا میرے پروردگار حاضر، حاضر۔ فرمایا تمھیں کچھ معلوم ہے، ملاء اعلیٰ کس بات میں جھگڑتے ہیں۔ میں نے عرض کیا جی نہیں۔ پھر اس نے اپنا دست (قدرت) میرے شانوں کے درمیان رکھا اور اس کی خنکی میں نے اپنے سینے میں پائی، پھر میں نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب جان لیا۔

(حدیث الترمذی مشکوٰۃ)

قدیم فلاسفۂ مادیین ابصار کے لیے جہت، خروج، شعاع یا انطباع وغیرہ کے شرائط لگاتے ہیں، وہ اُن کے اپنے مادی ابصار کے متعلق ہے۔ روحانیین کے ابصار کے متعلق نہیں ہے۔ آج کل مسمریزم اور ہپناٹزم والے ان مادیین کے نسج العنکبوت کو تہ خاک کر رہے ہیں۔ ہم کو نہ پہلے فلسفے کی وجہ سے شک ہوا نہ اب اُن اسپرٹ پرستوں کی تائید سے کچھ مزید یقین پیدا ہوا ہے۔ ہمارا یقین خدا اور رسول کے کلام پر ہے۔ وہ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ہے اس لیے ہمارا ایمان بھی اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ہے۔

اب میں، پہلے امرِ تنقیح طلب پر بحث کرتا ہوں کہ معراج مبارک جسمانی ہوا یا کشفی و مثالی یا منامی و خواب میں۔ میرے پاس معراجِ مبارک تینوں طرح سے ہوا ہے۔ اِن میں سے مَیں پہلے معراج جسمانی پر گفتگو کروں گا۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ یعنی پاک ہے وہ پروردگار جو لے گیا اپنے بندے کو مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس تک۔ اب ذرا غور کرو۔ اولاً لفظ سبحان خود اس کو بتاتا ہے کہ معراجِ مبارک سے خدائے تعالیٰ کی تنزیہ ذات پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ آگے چل کر لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ہے۔ تاکہ ہم اس کو اپنی تجلیوں میں سے تجلیٔ اعظم کو دکھائیں۔ اور یہ تمام لوگ جو معراجِ مبارک سے برسرِ انکار ہیں، وہ معراجِ جسمانی اور شانِ تنزیہ کی وجہ سے ہے۔ جب معراجِ مبارک میں تجلیِ اعظم کا دیدار مراد لیں تو معراج جسمانی مُراد لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ثانیاً اَسْرٰی کے معنے حقیقتاً رات کے وقت لے جانے کے ہیں۔ خواب اور منام پر یہ لفظ حقیقۃً نہیں کہا جا سکتا۔ ظاہر ہے کہ جب تک حقیقی معنی ممتنع و محال ثابت نہ کریں مجازی معنی لینے کا کوئی حق نہیں۔ ثالثاً اگر معراج روحانی ہوتا تو اَسْرٰی رُوْحَ عَبْدِہٖ فرماتا کیونکہ عَبْدِہٖ میں حضرتؐ کی روح و تن دونوں شریک ہیں۔ پس اگر صرف روح مقصود ہوتی تو بِرُوْحِ عَبْدِہٖ فرماتا۔ رابعاً خواب دیکھنے سے کون انکار کر سکتا ہے۔ کفار کا اعتراض، ضعیف عقیدے والوں کا بدل جانا اور مرتد ہو جانا، تصدیق کرنے والوں کے مراتب میں ترقی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا اسی واقعہ کی تصدیق کی وجہ سے خطابِ صدیقِ اکبر سے سرفراز ہونا، یہ سب واضح ہیں کہ معراج مبارک جسمانی تھا۔

خامساً ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ حضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا

کہ قریش میرے سفرِ شب سے سوال کرتے جاتے ہیں۔ انھوں نے بعض ایسی چیزوں سے بھی سوال کیا جن پر میں نے غور نہیں کیا تھا۔ اس سے مجھے ایسی بے قراری ہوئی کہ کبھی ویسی بے قراری نہ ہوئی تھی۔ خدائے تعالےٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو بلند کر دیا کہ میں اس کو دیکھتا تھا اور جواب دیتا جاتا تھا۔ بھلا کوئی سچ کہے کہ خواب کی کوئی ایسی تنقید کیوں کرتا۔ سادسًا: بیہقی اور ابنِ مردویہ شداد بنِ اوس کے واسطے سے حضرت ابو بکر صدیق رض سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شبِ معراج عرض کیا یا رسول اللہ میں نے رات کو آپ کو آپ کی جگہ ڈھونڈا مگر آپ کو نہ پایا۔ حضرتؐ نے جواب دیا کہ آپ کو جبرئیل علیہ السلام مسجدِ اقصیٰ کو لے گئے تھے۔

اب رہا معراجِ منامی کا ہونا وہ احادیث میں بکثرت پایا جاتا ہے اور حضرت کی عادتِ مبارک تھی، صبح کی نماز کے بعد لوگوں کے خواب دریافت فرماتے۔ کئی دفعہ خود آپ نے معراجِ منامی پر دلالت کرنے والے خواب بیان فرمائے۔ اسی طرح کشفی و مثالی معراج بھی بکثرت ہوئے۔ بلکہ سرکار کی حالت تو یہ تھی کہ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ (ضحیٰ-۴) یعنی تمھاری ہر پچھلی حالت اگلی حالت سے اعلیٰ و بالا ہے۔ جناب امام اعظم رح نے سو دفعہ خدائے تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ جناب امام احمد حنبل رح نے بھی کئی دفعہ خدائے تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ غلامانِ محمدؐ کو ایسے خواب، ایسے کشف ہوتے ہی رہتے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ اِن احادیثِ معراجِ منامی کی وجہ سے ہی لوگ معراجِ جسمانی سے منکر ہو گئے۔ اگر معراج جسمانی وکشفی و منامی تینوں کے قائل ہو جاتے تو کوئی چپقلش اور کشمکش ہی نہ رہتی۔

اب رہا تیسرا تصفیہ طلب امر کہ معراجِ مبارک کہاں تک واقع ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ تک تو قرآن سے ثابت ہے جو حجتِ قطعی ہے۔ لہٰذا اُس کا منکر کافر یا منافق ہے۔ دیگر احادیث سے عرشِ اعظم تک جانا اور دیدارِ الٰہی سے سرفراز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چونکہ احادیث متواتر نہیں ہیں لہٰذا انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ مگر ائمۂ اہلِ بیت سے ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ کی تفسیر میں خدائے تعالیٰ ہی مراد ہے۔ میں تو اس پر بھی یقین رکھتا ہوں۔

امام جعفر صادق رض فرماتے ہیں: دَنَا رَبُّهُ مِنْهُ حَتَّىٰ كَانَ مِنْهُ كَقَابَ قَوْسَيْنِ وَ
قَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَالدُّنُوُّ مِنَ اللّٰهِ لَاحَدَّ لَهُ وَمِنَ الْعِبَادِ بِالْحُدُوْدِ وَقَالَ

اَیضًا اِنقطعَتِ الکَیفِیَّۃُ عَنِ الدُّنُوِّ اَلَا تَری کَیفَ حَجَبَ جِبْرِیلُ عَلَیہِ السَّلَامُ عَنْ دُنُوِّہٖ وَدَنَا مُحَمَّدٌ اِلٰی مَا اَوْدَعَ قَلْبَہٗ مِنَ الْمَعْرِفَۃِ وَالْاِیْمَانِ فَتَدَلّٰی لِسُکُوْنِ قَلْبِہٖ وَزَالَ عَنْ قَلْبِہِ الشَّکُّ وَالْاِرْتِیَابُ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْاَرْبَابِ ہ

۳

عَبْد

کون نہیں جانتا کہ غلام کا کچھ نہیں کیونکہ وہ خود اپنا نہیں بلکہ اپنے آقا کا ہے۔ جو غلام اپنے آپ کو آقا کی طرح آزاد سمجھتا ہے وہ باغی ہے۔ جو اپنی کمائی کو اپنا مال سمجھتا ہے وہ غاصب ہے۔ نمک حرام ہے وہ جو آقا کی خدمت سے جی چراتا ہے۔ ناشکرا ہے۔ وہ جو مالک کی عطا پر راضی نہیں ہوتا یا اُس کو بے محل صَرف کرتا ہے۔ عاقل بندہ آقا کی اطاعت کرتا ہے' شب و روز کمر بندگی چست رکھتا ہے۔ نہ کپڑے کی فکر نہ کھانے کا خیال' نہ راحت سے غرض' نہ آرام سے مطلب۔ کفش برداری پر ناز' نیاز ہی اُس کا مابہ الامتیاز' اُس کی فکر ہے تو آقا کو' اس کے متعلقین کی فکر ہے تو آقا کو۔ دیکھو جوان بیٹے کا نفقہ باپ پر واجب نہیں مگر غلام اور اُس کے بیوی بچوں کا نفقہ آقا پر لازم ہے۔ واہ ری غلامی کہ غلام کی عزت آقا کی عزت ہو جاتی ہے۔ ضَرْبُ الْعَبْدِ اِھَانَۃُ الْمَوْلٰی۔ بلکہ غلام کی ذات اُس کے آقا کی ذات۔ مَوْلَی الْقَوْمِ مِنْھُمْ۔ اَصْبَحْتُ کُرْدِیًّا وَاَمْسَیْتُ عَرَبِیًّا۔ جو غلام آقا کے سوائے کسی اور سے مانگتا ہے وہ بدمعاش ہے۔ کیوں کہ وہ اس طرح اپنے آقا کو بدنام کرتا ہے۔ بعض غلام اپنے آقا سے ہی مانگتے ہیں مگر جلد بازانہ۔ بعض التجا کرتے' خوشامد کرتے رہتے ہیں۔ جہاں آقا کو خوش دیکھا اپنی کوئی آرزو پوری کرائی۔ بعض اپنے مقاصد کی تکمیل آقا پر چھوڑتے ہیں۔ بعض کی نہ تو ذاتی غرض رہتی ہے نہ کوئی سوال ہی کرتے ہیں۔ بعض ذاتی غرض تو نہیں رکھتے مگر سوال کو بندگی کا کمال سمجھتے ہیں۔ بعض وقت کا اقتضا' مالک کا مقصد دیکھا کرتا ہے محنت کو برداشت' تکلیف پر صبر کرتا ہے' درد سے لذت اٹھاتا ہے۔ جب سمجھتا ہے کہ اس وقت سوال سے مالک کا کمال ظاہر ہوگا تو بندہ غرض سے زیادہ گڑگڑاتا ہے اور آقا سے مانگتا ہے خود مانگتا ہے اور دوسروں

کو مانگنا سکھاتا ہے۔ مالک بھی خوب سمجھتا ہے کہ اُس کا ذاتی مقصد مَیں ہوں۔ اُس کی اصلی غرض ہے تو میرے کمال کا اظہار ہے۔ ایسے غلام کو عہدہ ملتا ہے، جاگیر ملتی ہے اور وہ صوبہ داری سے سرفراز ہوتا ہے۔ سب کچھ رکھتا ہے مگر اپنا کچھ نہیں سمجھتا۔ کیوں؟ وہ غلام ہے اور غلام کا جو کچھ ہے سب آقا کا ہے۔

زیادہ عنایت ہوتی ہے تو ندیموں میں جگہ ملتی ہے۔ آقا کے پاس بیٹھتا ہے۔ ایک دستر خوان پر کھاتا ہے، ایک جام سے پیتا ہے۔ غلامی محبوبیت میں نمایاں ہوتی ہے۔ محمود کو اپنا تماشا دیکھنا منظور ہوتا ہے تو وہ ایاز کو اپنے کپڑے پہناتا ہے، تخت پر بٹھاتا ہے، سب سے نذریں دلواتا ہے۔ ایاز بھی اکڑ کر بیٹھتا ہے، بڑی بے پروائی سے نذریں لیتا ہے۔ کیوں؟ وہ اس وقت آقا کی تمثیل کر رہا ہے۔ مگر دل میں خوب سمجھتا ہے کہ نہ کپڑے میرے ہیں نہ تخت میرا، اور مَیں وہی غلام ہوں اور سب کچھ میرے آقا کا ہے۔ تماشا ختم ہو جاتا ہے پھر وہی اگلے کپڑے، وہی پہلی جگہ۔ نہ اس تمثیل سے اُس کی کوئی ذاتی غرض متعلق تھی نہ اس سابقہ حالت پر عَود کرنے سے اُس کے دل پر کچھ گرانی ہی ہے۔ اس میں آقا کی خوشی تھی اور یہ اُس کی اصلی حالت ہے جو اس کے نقطۂ نظر سے کبھی نہیں ہٹی۔ ایاز قدرِ خود شناس۔ آقا کو ضرورت ہوتی ہے تو اس کو دوسرے شہر کو روانہ کرتا ہے۔ رعایا کو اُس کے ذریعہ نہایت ضروری اور اہم احکام بھیجتا ہے۔ غلام خوشی سے دربار چھوڑتا ہے، اپنی خوشی پر بادشاہ کی خوشی کو ترجیح دیتا ہے یعنی حضور پر غیبت کو اختیار کرتا ہے، نہیں! یہاں غیبت کہاں ہے؟ جو حکم بادشاہ خود اپنے منھ سے سناتا تھا، غلام کے منھ سے سنا رہا ہے۔ حقیقت میں یہ بھی ایک تمثیل ہے، جو غلام ادا کر رہا ہے۔

شہاب الدین غوری کو مہاراجہ قنوج جس کا باپ خراج دیتا تھا کشتی میں لگا کر تلوار بھیجتا ہے کہ اب تمھارے ہمارے بیچ میں تلوار ہے۔ شاہِ جلالت پناہ تخت سے اٹھتا ہے، کمر سے تلوار نکالتا ہے اور اُس سے ان فرستادہ تلواروں کو کاٹ کاٹ کر ڈھیر کر دیتا ہے۔ غلاموں کی طرف اشارہ کرتا ہے غلام گردنیں جھکائے آگے بڑھتے ہیں۔ بادشاہ وار کرتا ہے سر کٹ کر گر جاتا ہے اور غلام حقِ جاں نثاری سے سبکدوش ہوتا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا سر بکف کھڑا ہے۔ اس واقعہ سے بادشاہ کا کمالِ شمشیر زنی اور غلاموں کا کمالِ جاں بازی نمایاں ہوتا ہے اور ان کا خوشی سے مرنا ان کو صفحۂ تاریخ پر حیاتِ دائمی بخشتا ہے۔

۴۔ خدا کے بندے

یہ تو دنیا کے غلاموں کا ذکر تھا جن کو اُن کے آقاؤں نے نہ نیست سے ہست کیا نہ جان ان کی ملک ہے۔ وہ تو غلاموں کے باطنی حالات سے ناواقف ہیں اور ان کو غلاموں کے دلی خیالات پر بھی قابو نہیں۔ آقا چاہے تو اپنے غلام کو آزاد کر سکتا ہے، کچھ نہ ہوا تو ایک دن مر کر ضرور غلام آزاد ہو جائے گا۔

مگر خدا اور بندے کی نسبت ایسی نہیں۔ یہ رشتہ ایسا مضبوط ہے کہ نہ کسی کے توڑے ٹوٹ سکتا ہے نہ کسی کے کاٹے کٹ سکتا ہے۔ لاکھ نہ مانو مگر ہم ہیں غلام۔ مرنا بھی غلامی میں کوئی فرق نہیں پیدا کر سکتا، جان بھی ہے تو خدا کی ہے۔ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي۔ (حجر۔۳۰)

حسرت مرے پاس کیا دھرا ہے
اک جان، سو وہ بھی ہے پرائی
(حسرت صدیقی)

شریک الباری پیدا ہوتا تو بندہ آزاد ہوتا۔ ع نازشِ حسرتِ بیچارہ کہ بیچارہ ہے

نادان اشیاء کو اپنا سمجھتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اپنا، لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (بقرہ ۲۸۴)

لله الارض والسّمٰوات ؞ میری ہر چیز ہے پرائی

بندہ جھوٹا ہے اور خدا سچا۔ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا۔ (نساء۔۸۷)

دعویٰ حق کا ہے راست و برحق ؞ میری ہر بات ادعائی

ذی فہم اپنے اعمال پر غور کرتا ہے، تو ان کی قدرت بھی اپنے میں نہیں پاتا۔

خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ۔ (الصّٰفّٰت۔۹۶) (تم کو اور تمہارے عملوں کو پیدا کیا) صفات پر نظر کرتا ہے تو اپنے لئے اُس کا پتہ نہیں پاتا، نہ سماعت ہے نہ بصارت۔ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ نہ ارادہ ہے نہ مشیت۔ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ۔ (تکویر۔۲۹)

مقصد مرا وہی ہے جو مطلب ہے یار کا
مَیں اپنے اختیار میں بے اختیار ہوں
(حسرت صدیقی)

تمام خوبیاں اُسی کی ہیں اور تمام محامد اُسی کی طرف رجوع کرتے ہیں؛

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ۔ (فاطر۔۱۰)

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ (انعام - ۴۵)

تم سا نہیں دنیا میں جو کچھ ہو سو تمھیں ہو
ہم تم سے کسی بات کا دعویٰ نہیں کرتے (حضرت صدیقی)

خود کو سمجھتا ہے کہ میں ہوں، تو حیات ڈانٹتی ہے کہ نفس وجود کیا ایک معنے نہیں ہے اور کیا وحدتِ انتزاعی وحدتِ منشاء پر دال نہیں۔ پھر تو کس سے دعویٰ اشتراک وار تبازی کرتا ہے۔

انسان اور اُس کی خود نمائی بندہ اور دعویٰ خدائی؟

زعمِ باطل کی تجھ کو مستی کب تک نادان یہ ادعائے ہستی کب تک
تو بھی موجود اور حق بھی موجود ظالم یہ شرک خود پرستی کب تک
(حضرت صدیقی)

کبھی خیال کرتا ہے کہ میں نہیں ہوں تو عقل قہقہہ لگاتی ہے کہ یہ بداہت کا انکار ہے اور حق کی مخالفت ہے اور دنیا سے امانِ تأبید۔

پھر خیال کرتا ہے کہ میں نہیں ہوں اور اپنے آپ کو ناحق "ہوں" خیال کرتا ہوں۔

بے بود ہے نمود عدم ہے مرا وجود ٭ میں چشمِ اعتبار میں محض اعتبار ہوں

اک وہمِ خودی ہے جس پہ مغرور ہے تو
جویا جس کا ہے اُس سے کب دور ہے تو

اُٹھ جائے اگر بُعدِ خیالی کا حجاب
آنکھیں جسے ڈھونڈتی ہیں وہ خود ہے تو (حضرت صدیقی)

اگر دنیا میرا بے ہودہ خیال ہے تو میرے "نہیں" خیال کرنے سے نیست ہو جاتی؟ نہیں، وہ تو اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ہے۔ نہ میرے خیال کرنے سے کوئی چیز پیدا ہوتی ہے نہ نہیں خیال کرنے سے معدوم

نہ ٹلائے سے ٹلے گی ہے بلائے آسمانی
مرا اعتبار حسرت مرا اعتبار تو کیا (حضرت صدیقی)

کیا نیستی میں ہستی کا جلوہ ہے؟

بے وجہ نہیں دل کشیِ صورتِ باطل
باطل میں بھی ہے حق کا تماشا مرے آگے (حضرت صدیقی)

نیستی بھی کوئی شئے ہے کہ اس میں ہستی کا جلوہ ہو۔ کیا "ثُبُوتُ شَیْءٍ لِشَیْءٍ فَرْعُ ثُبُوْتِ الْمُثْبِتِ لَہٗ" صحیح نہیں "ثَبِّتِ الْعَرْشَ ثُمَّ انْقُش" کیا ہستی ہی نیستی ہے۔؟ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ یہ تو اجتماعِ نقیضین ہے۔ کیا ہستی نیستی بن گئی ہے، یا نیستی ہستی؟ یہ تو انقلابِ حقائق ہے۔ جب میں نہ ہستی میں ہوں اور نہ نیستی میں تو احکامِ واقعیہ مجھ پر کیسے؟ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (بقرہ - ۱۵۶)۔ وجودی احکام وجود پر لگتے ہیں اور عدمی عدم پر۔

نیستی میں ہوں نہ ہستی میں ہوں ٭ بے نشانی ہے نشانی میری
ہم نے تو لاکھ ڈھونڈا کچھ بھی پتا نہ پایا ٭ مجنوں کدھر چھپا ہے لیلیٰ تری گلی میں
دیکھا تو کچھ نہ پایا سوچا تو بس یہ سمجھا ٭ اک نام رہ گیا ہے میرا تری گلی میں

(حضرت صدیقی)

میں آسمان پر نہ سہی، زمین پر نہ سہی، میں اپنے آپ کو نہیں جانتا تو کیا پرواہ، میں خدا کے علم میں ہوں کیونکہ خدا مجھے جانتا ہے اور وہی خوب جانتا ہے کہ میں کیا ہوں، کیونکر ہوں۔؟

ہے پیشِ نظر خیال تیرا ٭ ہر چند ہوں پیکرِ خیالی (حضرت صدیقی)

عبداللہ

رجوع الی اللہ، بندوں کو مختلف طور پر ہوتا ہے۔ کوئی ہر شئے کو اپنے حصولِ کمال میں خدائے تعالیٰ کا محتاج پاتا ہے اور اس کی ربوبیت کی شان جلوہ گر ہوتی ہے۔ کوئی مخلوقات کو سراپا احتیاج سمجھتا ہے اور قیومیت اُس کے روبرو متجلی ہوتی ہے۔ کسی کی ہر ایک کے مرنے اور فنا ہونے پر نظر پڑتی ہے اور اسم اَلْقَہَّار یا اَلْمُمِیْتُ نمایاں ہوتا ہے۔ کوئی دنیا کی ہر شئے کو نیست سے ہست ہوتا ہوا دیکھتا ہے اور اسم اَلْبَدِیْعُ کی اُس پر تجلی ہوتی ہے۔ غرض کہ کسی پر دو، کسی پر چار، کسی پر دس، کسی پر بیس صفات کا انکشاف ہوتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کے صفات کا علم ہوتا ہے تو اپنے صفات کو کالعدم پاتا ہے۔ بلکہ اپنے صفات کے اثبات کو شرک فی الصفات اور دُور از توحید سمجھتا ہے۔ جس امر میں جس قدر کسی کو اپنے فقر کا علم ہوگا اُسی قدر خدائے تعالیٰ

کی غنا کا انکشاف ہوگا اور یہ علم اُس کو خدائے تعالیٰ سے ایک نسبت و ربط پیدا کردے گا۔ شخصی خطرات، ذاتی تجربہ و مشاہدہ، صحبتِ اہلِ نسبت، دوام، قوتِ توجہ سے اس نسبت کو قوت ہوتی ہے۔

جس اسم سے کسی کو نسبت ہوگی اس اسم کی تجلی اس پر ہوگی اور اس سے دوسروں پر اُس کا اثر ظہور پائے گا، اور وہ شخص اُس اسم کا بندہ کہلائے گا مثلاً کسی شخص کی نظر خدائے تعالیٰ کی شان ہائے رحمت پر پڑتی ہے اور رات دن اسی خیال میں مستغرق رہتا ہے تو یقیناً اس شخص پر خدائے تعالیٰ کا رحم بھی ہوگا اور وہ بھی خدائے تعالیٰ کے بندوں پر رحم کرے گا ایسا شخص عبدالرحمٰن، عبدالرحیم سے موسوم ہوگا۔ یا کسی کو خدائے تعالیٰ کی قدرت سے نسبت و ربط ہوگا تو وہ عبدالقادر یا عبدالمقتدر ہوگا۔

مگر کامل بندہ تو وہی ہوگا جس کو خدائے تعالیٰ کی ذاتِ مستجمع جمیع کمالات سے وابستگی ہوگی اور یہی شخص "عبداللہ" کہلانے کا مستحق ہوگا وہ اپنی عدمیتِ محض پر رہے گا۔ نہ کسی شئے کو اپنی ملک جانے گا نہ کسی قوت سے خود کو موصوف سمجھے گا۔ وہ خود کو بالکل عاجز پائے گا اور خدائے تعالیٰ اس سے عظیم الشان آثارِ قدرت و خوارقِ عادات نمایاں فرمائے گا۔ بالجملہ عبداللہ وہ ہے جو اپنا کچھ نہ سمجھے اور خدائے تعالیٰ ساری دنیا کو اُس کا کردے۔

ع۔ جو کچھ ہے وہ آقا کا کچھ بھی نہیں بندے کا

ع۔ حسرت ترا بندہ ہے وہ تجھ کو بھلا کیا دے (حسرت صدیقی)

عبداللہ کون ہے؟

بندے تو سب خدائے تعالیٰ کے ہیں خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔ ماننے والوں کی بھی کمی کیا ہے ہزاروں بار ہم بھی خدا کو پکارتے ہیں، عمر بھر انشاء اللہ پکاریں گے۔ مگر وہ بھی کہے کہ ہاں تو میرا بندہ ہے۔ قرآن شریف میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے نقل کیا گیا ہے۔ اِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ۔ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے۔ خضر علیہ السلام کے متعلق فرمایا: "عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا۔ (ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ) یعنے ایسے بندے اور بھی ہیں۔ اسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام کو۔ "ایک" محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے۔ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ (جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوا)

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا (پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو شب کو لے گیا۔)

عبداللہ کے لوازم

حضرت محمد عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ معجز آیات پر ذرا غور کرو تو ایک عجیب تماشا نظر آئے گا۔ عجز و انکسار، بندگی، بے چارگی بدرجۂ اتم، معجزات و خرقِ عادات کرشمہ ہائے قدرتِ الٰہی آثارِ کمالات لامتناہی بمرتبۂ اکمل کبھی جمال نمایاں ہے کبھی جلال کیونکہ ان کا اجتماع ہی کمال ہے ؎

جمال اک شان ہے تیری جلال اک شان ہے تیری
عجب تصویرِ قدرت ہے کہ جس میں نور و ظلمت ہے (حسرت صدیقی)

شکمِ مادر ہی میں ہیں کہ والد ماجد کا انتقال ہو جاتا ہے۔ چار سال کی عمر میں والدہ ماجدہ کا، چھ سال کی عمر میں جدِ امجد کا۔ سر پر کوئی بڑا نہیں کہ تعلیم و تربیت کرے۔ اللہ اکبر، خدا سب سے بڑا ہے اور ربُّ العٰلمین ہی کا آپ کا مربی ہے۔ اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی وَ وَجَدَکَ ضَآلًّا فَہَدٰی (والضحیٰ ۶) (کیا تجھے یتیم نہ پایا، پھر پناہ دی اور تجھے ناواقف پایا پھر راستہ دکھایا) رسالت سے سرفرازی ہوتی ہے، تمام اقارب، عقارب بنے ہوئے ہیں۔ تمام شہر خون کا پیاسا ہو گیا ہے۔ گھر میں چھپے بیٹھے ہیں، نہ پاس دوست ہیں نہ آشنا، تمام قبائل کے صنادید بالاجتماع حملہ کرنے کا منصوبہ گانٹھ کر گھر کا محاصرہ کئے بیٹھے ہیں کہ بنی ہاشم کچھ نہ کر سکیں مگر لطیفۂ ربانی سے ناواقف کہ کیا کیا ہو سکتا ہے۔ حضرتؐ باہر نکلتے ہیں اور مشتِ خاک ان دل کے اندھوں پر پھینکتے ہیں۔ وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡہِمۡ سَدًّا وَّ مِنۡ خَلۡفِہِمۡ سَدًّا فَاَغۡشَیۡنٰہُمۡ فَہُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ ۝ (یٰسٓ۔ ۹) (ترجمہ: ہم نے اُن کے سامنے اور اُن کے سامنے سے اور اُن کے پیچھے سے ایک دیوار کھڑی کر دی پھر ہم ان پر چھا گئے لہٰذا وہ دیکھ بھی نہیں سکتے۔)

انہیں خبر بھی نہیں ہوتی اور آپ اُن کے سامنے سے چلے جاتے ہیں۔

منکرین کے مظالم کی کچھ انتہا بھی ہے۔ بُرا بھلا کہتے ہیں، پتھر مارتے ہیں، راستے میں گڑھے کھودتے ہیں، کانٹے ڈالتے ہیں، پروانہ ہائے شمعِ نبوت کو قسم قسم کی ایذائیں پہونچاتے ہیں، دھوپ میں

ریت پر پڑے ہیں، سینے پر پتھر ہے، کوڑے پر کوڑے پڑتے ہیں اور صدائے احد، احد بلند ہے۔ آخر آپ اصحاب کو ترکِ وطن کا حکم دیتے ہیں، کوئی حبشہ کو جاتا ہے کوئی مدینہ کو۔ انتہا یہ کہ حضرتؐ کو وطن چھوڑنا پڑتا ہے، گھر دار سب سے منہ موڑنا پڑتا ہے۔ صدیقِ اکبرؓ آپ کو دوش پر اٹھائے نشانِ قدم مٹاتے جاتے ہیں۔ آخر ایک غار میں چھپتے ہیں، کفارِ نابکار چار طرف منڈلا رہے ہیں۔ ثَانِیَ اثْنَیْنِ یعنی صدیق اکبرؓ اپنے آقا کے باوقار کیلئے مضطر و پریشان ہیں، آپ تسلی دے رہے ہیں۔ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (توبہ۔۴۰)۔ (ترجمہ: تم غم نہ کرو، کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے) یہی معیت ایک دوسرا تماشا دکھاتی ہے۔ مکے کو آرہے ہیں، بارہ ہزار فوج ظفر موج ہمراہِ رکاب ہے، ہر قبیلے کا علم جدا ہے، نعرہ جدا ہے، مقدمۃ الجیش پر سیف اللہ خالد بن ولیدؓ سرکردگی کر رہے ہیں۔ دو ہزار جنگ جو، آتشیں خو، نبرد کوش، فولاد پوش، خاص موکبِ ہمایوں میں زرہیں تاباں، خودِ درخشاں، اسلحہ کا شور، نعروں کا زور۔ ہر ایک سپاہی اسلحہ میں چھپا ہوا ہے۔ خود کے نیچے سے صرف دو آنکھیں نظر آتی ہیں۔ فاروقِ اعظمؓ ہیں کہ نقابت کر رہے ہیں، رعد کی طرح گرج رہے ہیں۔ صفیں درست رکھو! آگے والے آگے، پیچھے والے پیچھے! ناقہ قصویٰ پر فخرِ عرب محبوبِ ربؐ جلوہ گر ہے۔ سیاہ عمامے کے نیچے تاباں و درخشاں چہرہ دلکش آواز میں اِنَّا فَتَحْنَا، فرطِ مسرت سے کبھی سجدہ کبھی شکریہ، کبھی دعا ؎

بجلی چمک چمک کر گرتی ہے چار جانب
ہے ایک طورِ سینا گویا تری گلی ہیں (حسرت صدیقی)

سردارِ قریش ابوسفیان بن حرب کو ان کی جان بخشی کروا کر عمِ رسول عباس بن عبد المطلب ایک پہاڑی پر لئے کھڑے ہیں ؎

ظَلَّتْ لِهَیْبَتِكَ الْاَعْنَاقُ خَاشِعَةً
بِحَدِّ سَیْفِكَ حَدُّ الْكُفْرِ یَنْثَلِمُ (حسرت صدیقی)

(ترجمہ: تیری ہیبت سے تمام گردنیں جھکی ہوئی ہیں، تیری تلوار کی باڑھ سے کفر کی باڑھ ٹوٹ گئی ہے)۔

ابوسفیان بن حرب نے کسریٰ و قیصر کے دربار دیکھے، ان کی فوجیں دیکھیں مگر اس وقت وہ بھی پیکرِ تصویر بنے کھڑے ہیں اور دل ہی دل میں کہہ رہے ہیں الٰہی یہ کیا تماشا ہے۔ یہ منظر اور اس منظر کی روحِ رواں رُوْحِیْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِیْنَ لَهُ الْفِدَاءُ (میری جان اور تمام دنیا کی جانیں اس پر تصدق) ایمان بن کر ابوسفیان کے دل میں گھستے ہیں۔ ثُمَّ اسْتَقَرَّ اِیْمَانُهٗ (پھر اس کا ایمان قرار گیر ہو گیا)۔

سب کچھ درست مگر اس منظر کا سب سے بڑا لطف اٹھانے والا وہی ثانی اثنین ہے جو مکّے سے نکلتے ہوئے بھی اس بے سایہ کے ساتھ سایہ کی طرح قدموں سے لپٹا ہوا تھا، اور اس وقت بھی ایک اونٹ پر محوِ تماشا بنا ہوا، ہمراہِ رکاب ہے۔ گذشتہ حزن، موجودہ مسرّت کا صحیح اندازہ ان کے سوا بھلا کون کر سکتا ہے ؎

آئینہ کہے گا کیا، کیا تجھ میں ہے رعنائی
پوچھ اس سے تری قیمت تیرا جو ہے شیدائی (حضرت صدیقی)

اے پرتوِ حُسنِ تو ھنگامہ کند برپا
در پردہ نمی گنجد ایں جلوۂ رعنائی (حضرت صدیقی)

کفار کے گزشتہ مظالم کا بدلہ تو دیکھو۔ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو وہ امن میں، جو ہتھیار ڈال دے وہ امن میں، جو مسجدِ کعبہ میں داخل ہو وہ امن میں، جو گھر کا دروازہ بند کر لے وہ امن میں۔ کلیدِ کعبہ سابق کلید بردار کے حوالے، انتہا یہ کہ مکّہ اہلِ مکّہ کے لئے اور خود مدینہ روانہ — وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ ۝ (انبیاء - ۱۰۷)

سراپا نور کی صورت مجسّم خُلق کا پُتلا ✦ کسی کی ایسی صورت ہے؟ کسی کی ایسی سیرت ہے؟ (حسرت)

دو دو مہینے چولھے پر ہانڈی نہیں چڑھتی، اسودین یعنی کھجور اور پانی پر آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گزر ہوتی ہے، اصحاب نثار ہو رہے ہیں، شہادت کی گرم بازاری ہے، قرابتدار شہید ہو رہے ہیں، اولاد کا انتقال ہو رہا ہے، دندانِ مبارک شہید ہو گیا ہے۔ خود سر میں گھُس گیا ہے، خون بہہ رہا ہے۔ زمین پر گرنے نہیں دیتے کہ کہیں یہ سرزمین تباہ نہ ہو جائے، گڑھے میں آ گئے ہیں خون بہت نکل گیا ہے، باہر نکلنا چاہتے ہیں نہیں نکل سکتے۔ طلحہ بن عبید اللہ کے سہارے سے اوپر چڑھتے ہیں۔ خود بھی بھوکے ہیں، اصحاب بھی بھوکے۔ پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں۔ کدال لئے خندق کھود رہے ہیں۔ کدال پتھر پر پڑتا ہے، آگ کا شرارہ نکلتا ہے، جوشِ شادمانی سے پکار اُٹھتے ہیں۔ ملکِ کسریٰ مل گیا، ملکِ قیصر پر قبضہ ہو گیا۔

دل میں لہر آتی ہے تو چند روٹیوں کے ٹکڑوں سے سینکڑوں کو سیر کر دیتے ہیں (بخاری عن جابر و عن ابی ہریرہ) پانی کے لگن میں ہاتھ رکھتے ہیں، اس چشمۂ فیضِ الٰہی کی انگلیوں سے پانی بلبلے دیتا اُبلتا جاتا ہے اور تمام فوج سیراب ہو جاتی ہے۔ (مالک بن انس رض)۔

مٹھی بھر ریت لے کر دشمنوں کی طرف پھینکتے ہیں اور دشمنوں کی فوج تتر بتر۔ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ (قریب میں فوج شکست کھائے گی اور پشت پھیر دے گی)۔

حضرت فرماتے ہیں، لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ۔ (اعراف۔ ۱۸۸) ترجمہ: (اگر میں غیب کو جانتا تو خیر کثیر حاصل کر لیتا) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (جن۔ ۲۶، ۲۷)۔ ترجمہ: (غیب پر کسی کو غلبہ نہیں دیتا مگر برگزیدہ رسول کو)۔

اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ (کوثر۔۱) ترجمہ: (بے شک ہم نے تم کو بہت کچھ دیا ہے، خیر کثیر دیا ہے۔)

آپ فرماتے ہیں مَاۤ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ (احقاف۔۹) ترجمہ (میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (بنی اسرائیل۔۷۹) ترجمہ: (امید ہے کہ تیرا رب تجھے مقامِ محمود دے) وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (والضحیٰ۔۵) ترجمہ (عنقریب تمہارا رب تم کو اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے، خوش ہو جاؤ گے)۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (والضحیٰ۔۴) ترجمہ (ضرور تمہاری پچھلی حالت، اگلی حالت سے بہتر ہے) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الشراح۔۴) ترجمہ: (ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا، تمہارا بول بالا کر دیا)۔

ترکِ تابیر کے لئے فرماتے ہیں۔ ترکِ اسباب میں لوگوں کا امتحان ہوتا ہے۔ ایک سال خرما کم آتے ہیں۔ لوگ شکایت کرتے ہیں۔ قلتِ خرما کو ترکِ تابیر کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ (تم دنیوی امور کے متعلق زیادہ جانتے ہو) یعنے سبب مسبّب کے جھگڑے تم ہی خوب جانتے ہو۔

ایک صحابیہ ہانڈی میں بکری کا گوشت پکاتی ہیں۔ حضرتؐ فرماتے ہیں۔ بکری کا دست دے، وہ دیتی ہیں اور مانگتے ہیں، دوسرا دست دیتی ہیں۔ اور مانگتے ہیں، وہ عرض کرتی ہیں، بکری کے دو دست ہوتے ہیں وہ تو میں دے چکی۔ آپ فرماتے ہیں اگر تو یہ نہ کہتی اور دیتی چلی جاتی تو دست نکلتے جاتے۔ اصل یہ ہے کہ ان امور میں اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا (کہف۔۶۷) (تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے

ہے۔آپ فرماتے ہیں أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (کہف۔۱۱۰) (میں تم جیسا بشر ہوں) مگر کوئی دیکھے کہ یہ بشر بھی کیسا بشر ہے۔ظلمت اور نور میں برابر دیکھتے ہیں۔ (بیہقی عن عائشہ وابن عباس) آگے پیچھے سے برابر دیکھتے ہیں۔ (صحیحین عن انس وعائشہ رض) سوتے ہیں مگر دل بیدار رہے، وضو کی حاجت نہیں۔ اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامُ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ (شیخان) (میری آنکھ سوتی ہے اور دل نہیں سوتا) ایک صحابیہ حضرتؐ کا پیشاب پی لیتی ہیں تو ہمیشہ کے لئے دردِ شکم موقوف۔زمین ہے کہ آپ کا فُضلہ کھا جاتی ہے اور وہاں سے خوشبو آتی ہے۔آپ کا پسینہ دلہنوں کو عطر کی طرح لگایا جاتا ہے۔جس گلی سے نکل جاتے ہیں معطر ہو جاتی ہے اور صحابہ پتا لگا لیتے ہیں کہ حضرتؐ اس طرف سے گزرے ہیں۔روزے پر روزے رکھتے ہیں۔لوگ تقلید کرنا چاہتے ہیں اور ہو نہیں ہو سکتی۔آخر فرماتے ہیں: لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ (میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں اپنے رب کے پاس رہتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے) (شیخان عن ابن عمر وابی ہریرہ وانس وعائشہ رض)۔

ابو قتادہ کی آنکھ نکل جاتی ہے، آپ لگاتے ہیں، وہ پہلے سے زیادہ بہتر ہو جاتی ہے (شفا)۔ تنۂ درختِ خرما پر تکیہ لگاتے ہیں تو اُس میں جان آ جاتی ہے۔جُدا ہوتے ہیں تو روتا ہے۔ (بخاری، مسلم، ابن حبان، ابن خزیمہ) چاند کی طرف اُنگلی کا اشارہ کرتے ہیں، وہ دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ہ (قمر۔۱) (قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا) نیّرِ اعظم (آفتاب) کو جس کی بہت سے نادان پرستش کرتے ہیں حکم دیتے ہیں اور وہ کھڑا ہو جاتا ہے (طحاوی، ابن سندہ، ابن شاہین)۔ایک لڑکی کی قبر پر جا کر آواز دیتے ہیں "یَا فُلَانَہ" وہ جواب دیتی ہے لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (حاضر یا رسول اللہ) (دلائل النبوۃ بیہقی) نماز میں ایک شیطان آتا ہے آپ پکڑ لیتے ہیں کہ ستون سے باندھ دیں، پھر سلیمان علیہ السّلام کا خیال آتا ہے اور چھوڑ دیتے ہیں۔ (صحیحین)۔اس تواضع کا اثر دیکھو۔آپ کے خادم خالد ابن ولید عزّیٰ پرستوں کی سرکوبی کو جاتے ہیں، جھاڑ میں سے سیہ فام چڑیل نکلتی ہے اور سیف اللہ کی ایک ہی ضربتِ شمشیر سے دو پرکالے ہو جاتے ہیں۔حضرتؐ فرماتے ہیں وہ عزّیٰ تھی (نسائی بیہقی)۔بتوں کے سامنے جاتے ہیں عصا سے اشارہ کرکے فرماتے ہیں: جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (حق آیا اور باطل زائل ہوا) (شفا)،

اور وہ منہ کے بل گر جاتے ہیں۔ الحق آپ کی بشر سے مشابہت اس سے زیادہ نہیں جتنی جبریل علیہ السلام کو اعرابی سے۔ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ (انعام)

(ترجمہ: اگر ہم پیغمبر کسی فرشتے کو بناتے تو آدمی ہی بناتے اور وہی التباس اُن پر ڈالتے جس التباس میں اب وہ ہیں) کبھی كَلِّمِيْنِيْ يَا حُمَيْرَاءُ ہے (عائشہ مجھ سے بات کرو) کبھی مَنْ عَائِشَة، مَنْ صِدِّيْق، مَنْ مُحَمَّدْ (عائشہ کون، صدیق کون، محمد کون) لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِيْ فِيْهِ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم (میرا خدا کے ساتھ ایسا وقت بھی رہتا ہے کہ اس میں مجھ سے نہ مقرب فرشتہ کی گنجائش ہے نہ مرسل نبی کی)۔

اُمت نوازی تو دیکھو اپنے خادموں، کفش برداروں کو اپنا بھائی فرماتے ہیں۔ لَا تَنْسَ مِنْ دُعَائِكَ يَا اَخِيْ (ترجمہ: مت بھول اپنی دُعا سے اے میرے بھائی)۔ مگر آپ کے جو حقیقی چچازاد بھائی ہیں یعنے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ وہ کیا کہتے ہیں، منبر پر حضرت علیؓ وعظ فرمارہے ہیں، ایک یہودی آتا ہے، چند سوالات کرتا ہے، بَابِ مَدِيْنَةِ الْعِلْمِ، معارف کا دریا بہا دیتے ہیں، آخر وہ کہتا ہے اَاَنْتَ نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ (کیا آپ انبیاء میں سے ایک نبی ہو)۔ آپ فرماتے ہیں: وَيْحَكَ اَنَا عَبْدٌ مِّنْ عَبِيْدِ مُحَمَّدٍ (تجھ پر افسوس ہے، میں محمدؐ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں)۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہٗ خلیفہ بنے ہیں اور پہلے ہی خطبہ میں برسر منبر کیا فرمارہے ہیں:

اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّكُمْ تُؤْنِسُوْنَ مِنِّيْ شِدَّةً وَّ غِلْظَةً وَ ذٰلِكَ اِنِّيْ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ عَبْدَهٗ وَخَادِمَهٗ

(مستدرک للحاکم)

ترجمہ: (لوگو! مجھے خوب معلوم ہے کہ تم مجھ سے شدت اور سختی دیکھتے ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، پھر میں آپ کا غلام اور خادم تھا)۔

اونٹ آتا ہے، حضرت کو سجدہ کرتا ہے (بزار)۔ بکری آتی ہے، سجدہ کرتی ہے۔ صدیق اکبرؓ و دیگر صحابہ بھی اجازت چاہتے ہیں۔ اور آپ فرماتے ہیں لَا يَصْلُحُ لِبَشَرٍ اَنْ يَّسْجُدَ لِبَشَرٍ (احمد، بزار عن انس) (آدمی کو مناسب نہیں کہ وہ آدمی کو سجدہ کرے)۔

ے اے دستِ ادب دامنِ شوقم تو رہا کن
تا بینم و افتم بہ سرِ پائے محمدؐ

خدا کی بندگی اور اُس کے سامنے عاجزی کوئی خدا کے حبیبؐ سے سیکھے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب۔۲۱) (تمہارے لئے رسول اللہ میں بہترین نمونہ ہے)۔

آپؐ دُعا کرتے ہیں:۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِيْ وَتَرٰى مَكَانِيْ وَتَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ لَا يَخْفٰى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِنْ اَمْرِيْ وَاَنَا الْبَائِسُ الْفَقِيْرُ الْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ الرَّجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِيْ اَسْاَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْكِيْنِ وَاَبْتَهِلُ اِلَيْكَ ابْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ وَاَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِيْرِ وَدُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ وَفَاضَتْ لَكَ عَبْرَتُهٗ وَذَلَّ لَكَ جِسْمُهٗ وَرَغِمَ لَكَ اَنْفُهٗ (حزب الاعظم للقاری)

ترجمہ: اے اللہ تو میرا کلام سنتا ہے اور میرا مقام دیکھتا ہے میرا باطن وظاہر جانتا ہے۔ تجھ سے پوشیدہ نہیں میری کوئی بات۔ میں آفت زدہ ہوں، فقیر فریادی، پناہ خواہ، گھبرایا ہوا خوف زدہ اپنے گناہوں کا مقر اور معترف میں تجھ سے ایسا سوال کرتا ہوں جیسے مسکین کرتا ہے اور تجھ سے ایسی التجا کرتا ہوں، جیسے گنہگار، ذلیل کرتا ہے۔ اور تجھے ایسا پکارتا ہوں جیسے خوف زدہ نابینا پکارتا ہے یا وہ پکارتا ہے جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہے، جس کے آنسو تیرے سامنے بہتے ہیں، جس کا جسم تیرے سامنے ذلیل ہے جس کی ناک تیرے سامنے خاک آلودہ ہے۔

اس دعا کے ایک ایک لفظ پر غور کرو۔ کتنی بندگی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اب اُن کے مقابل مالک کی سرفرازی بھی دیکھو کہ وہ آپ کے متعلق کیا کیا کلمات فرماتا ہے:

لَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا

ترجمہ: میرا بندہ ہمیشہ میری قربت ڈھونڈتا ہے نوافل سے حتیٰ کہ میں اس کو محبت کرتا ہوں پھر جب اس کو

محبت کرتا ہوں تو اُس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے اور اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ (انفال۔ آیت ۱۷) تو نے نہیں پھینکا جب کہ پھینکا مگر اللہ نے پھینکا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ (الفتح۔ آیت ۱۰) جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں، خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے ۔ اور اپنے کتنے اسماء عظام سے آپ کو یاد فرماتا ہے۔ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (توبہ۔ آیت ۱۲۸) (ایمان والوں پر رافت و رحمت کرنے والے) قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ۔ (تمھارے پاس اللہ سے نور اور ایسی کتاب آئی جو خوب بیان کرنے والی ہے) اور فَقَدْ کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمْ (انعام۔ آیت ۵) (انھوں نے حق کی تکذیب کی جب ان کے پاس حق آیا) اور اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ (بے شک یہ قول ہے رسولِ کریمؐ کا) اور فَسْئَلْ بِہٖ خَبِیْرًا (الفرقان۔ آیت ۵۹) (یہ بات خبیر سے پوچھو۔)

مالک کی طرف سے کیا کیا سرفرازیاں ہو رہی ہیں اور یہ عظیم الشان' قوی البرہان' عبداللہ ہے کہ اس کے نقطۂ نظر سے اس کی عبدیت، اس کا امکانِ ذاتی اس کی عدمیتِ اصلی کبھی نہیں نکلتی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاءُکَ ۔ اے اللہ، بیشک میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی کے بال تیرے ہاتھ میں ہیں، جاری ہے مجھ میں تیرا حکم، عدل ہے مجھ میں تیری قضا۔

کتنی وقاحت ہے ان جہالت مآبوں، ضلالت انتسابوں کی جو اس تصویرِ قدرت کے تاریک پہلو ہی پر، جو حقیقتہً ایک قسم کا نور ہی ہے، ان کی نظر پڑتی ہے اور آپ کو اپنا بڑا بھائی کہنے کی جراُت کرتے ہیں۔ مگر میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کا غلام ہوتا تو بلال ہوتا اور فلکِ صحابیت پر ہلال ہو کر چمکتا، نعلین پا ہوتا تو عرش بریں پر ساتھ ہوتا۔ بُرا ہوں اور بے شک بُرا ہوں یَا رَسُوْلَ اللّٰہ مگر ہوں آپ کا کہ اَلطَّالِحُوْنَ لِیْ (بُرے میرے ہیں)۔

اس مُجَلِّی الذَّاتِ مُظْھِرُ الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ رُوْحُ الْاَرْوَاحِ السَّارِیْ

فِی الْاَشْبَاحِ لَایُشَاکُ اَحَدُکُمْ بِشَوْکَۃٍ اِلَّاوَاجِدُ اَلَمَھَا" مَجْمَعُ الْحَقَائِقِ اللَّاھُوْتِ مَنْبَعُ دَقَائِقِ النَّاسُوْتِ۔ (الفیوضات الربانیہ)

(ذات کا تجلی گاہ، اسماء و صفات کا مظہر، روحوں کی روح جو تمام اجساد میں سرایت کی ہوئی ہے۔" تم میں سے کسی کے کانٹا نہیں چبھتا مگر یہ کہ اس کا الم میں پاتا ہوں۔" حقائقِ لاہوت کا مجمع، دقائقِ ناسوت کا منبع (از ادعیہ محبوب سبحانی سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا) کے اوصافِ جلیلہ و مراتبِ نبیلہ کو کوئی کہاں تک بیان کرے ؎

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِیْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ
وَاَنَّهٗ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰهِ کُلِّهِمِ

(علم کی رسائی آپ تک اتنی ہی ہے کہ آپ بشر ہیں اور تمام خلق اللہ سے بہتر ہیں)۔

تمت

کاتب الحروف خادم قلم بندۂ حقیر محمد ضیاء الدین الخدری نظامی ۱۴۱۳ھ

نعت

اِسلام کا پرچم عالم پر اڑوا دیا کملی والے نے ⁂ اَللّٰہُ اَحد کا نقارہ بجوا دیا کملی والے نے

تاریکیِ کفر و ضلالت تھی آفاق میں ہر سو چھائی ہوئی ⁂ خورشیدِ سرِّ حقیقت کو چمکا دیا کملی والے نے

تثلیث پرستی ہر جا تھی اصنام کی ہوتی پوجا تھی ⁂ توحید کے رخ سے پردے کو اٹھوا دیا کملی والے نے

دہریت ساری دور ہوئی ایمان کی جان پُر نور ہوئی ⁂ یوں رازِ حقیقت جو ہی سے سمجھا دیا کملی والے نے

کفّار کے دل سینوں میں ملے اور منہ کے بل اصنام گرے ⁂ جب نعرۂ اَللّٰہُ اکبر فرما دیا کملی والے نے

دل میں وہ بسا ایماں بن کر آنکھوں میں سمایا نورِ نظر ⁂ جو کچھ نہ دیکھا تھا ہم نے دِکھلا دیا کملی والے نے

ایمان سے دل معمور ہوا اور خارِ تردّد دور ہوا ⁂ اس لطف سے رازِ نہاں کو سمجھا دیا کملی والے نے

قوسین وجوب و امکاں کے معراج میں جس دم آ پہنچے ⁂ سب دائرہ وحدت کے سوا مٹوا دیا کملی والے نے

ہاں صبحِ ہدایت کی نکلی تاریکیِ کفر ہوئی زائل ⁂ جب جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ فرما دیا کملی والے نے

اللہ نے فَتَرْضٰی کا وعدہ جب بہرِ شفاعت فرمایا ⁂ پھر باغِ جناں میں اُمت کو پہنچا دیا کملی والے نے

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ اللہ نے فرمایا اس کو ⁂ بھر بھر کر جامِ محبت کا پلوا دیا کملی والے نے

محشر میں جو اُمت تھی نالاں جب ہو کر سجدہ میں گریاں ⁂ اُمت کو عذابِ دوزخ سے بچوا دیا کملی والے نے

جبریلِ امیں جس دم کہ احکامِ خداوندی لائے ⁂ اللہ نے جو کچھ فرمایا پہنچا دیا کملی والے نے

معراج میں جس دم آئے نبی اللہ نے کہا اُدْنُ مِنِّی ⁂ تو شکر میں جو کچھ اپنا تھا لٹوا دیا کملی والے نے

جنت کے قریب ہم سب تھے خاموش پریشاں ہو کے کھڑے ⁂ اللہ سے کہہ کے درِ جنت کھلوا دیا کملی والے نے

اے حسرتِ شیدا فکر نہ کر ہیں ساتھ ہمارے پیغمبر
جب اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ فرما دیا کملی والے نے